ترکی میں تحریکِ تجدّد

محمّد رشید فیروز

آج کل عالمِ اسلام کے تقریباً ہر ملک میں جدید تعلیم یافتہ طبقے کے اکثر و بیشتر افراد نظریات و افکار کے اعتبار سے تجدّد پسند نظر آتے ہیں۔ اور ان کے ذہنوں پر مغربی ممالک کے فلسفوں اور نظریوں کے اثرات غالب ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ گزشتہ دو سو برس کے عرصے میں اکثر اسلامی ملکوں پر کسی نہ کسی مغربی قوم کا سیاسی تسلط یا غلبہ رہا ہے۔ اور مسلمان قومیں اپنے سیاسی و اقتصادی زوال کے ساتھ ساتھ علمی و اخلاقی زوال میں بھی مبتلا رہی ہیں۔ اس دورِ انحطاط میں سیاسی و اقتصادی نقصانات کے علاوہ مسلمان قوموں میں ایک ایسا فکری اور معنوی بحران پیدا ہو گیا ہے جو روز بروز شدت اختیار کر رہا ہے۔ اور جس کے نتیجے میں اُمتِ مسلمہ مجموعی طور پر اسلام کے اصولوں اور ثقافتی ورثے سے مستفید ہونے کی بجائے محروم ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اس افسوس ناک صورتِ حال کے پیدا ہونے میں بہت سے محرکات اور عوامل کارفرما موجودہ زمانے میں مسلم ممالک کے اربابِ فکر و نظر میں اس حقیقت کا احساس ہے کہ ہماری ترقی کی راہ میں جو رکاوٹیں ہیں انھیں دُور کیا جائے اور مسلم اقوام کو متحد کر کے ایک مضبوط بلاک قائم کیا جائے۔ لیکن اس سے قبل کہ ہم عالمِ اسلام کو متحد اور منظم کرنے کے لئے کوئی لائحہ عمل تیار کریں۔ ضروری ہے کہ عالمِ اسلام کی گزشتہ دو سو برس کی تاریخ پر ایک ناقدانہ نظر ڈالی جائے اور ان اسباب و علل کا تجزیہ کیا جائے جن سے ہمارا موجودہ تہذیبی زوال پیدا ہُوا۔

اسلامی تہذیب و تمدن کی چودہ سو سالہ تاریخ میں مسلم اقوام کے عروج و زوال کے کئی مختلف دَور آئے۔ لیکن موجودہ زوال سولہویں صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے۔ سلطنتِ عثمانیہ اسی صدی میں اپنے عروج پر تھی اور اسی صدی سے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کا زوال شروع ہُوا۔ یورپ کی مختلف اقوام نے سولہویں صدی سے تیزی کے ساتھ زندگی کے مختلف شعبوں میں خصوصاً تجارت و صنعت میں ترقی حاصل کی۔

اور ایشیائی ملکوں میں اپنی نو آبادیاں قائم کیں۔

سلطنتِ عثمانیہ کے بانی غازی عثمان بے تھے جو سلجوقی سلطنت کے سرحدی سپاہیوں میں ایک امیر کی حیثیت کے مالک تھے۔ ان کی ایک چھوٹی سی ریاست انقرہ اور ایکی شہر کے درمیان واقع تھی۔ جو ۱۳۰۰ء میں سلجوقی سلطنت کے خاتمہ پر ایک آزاد ریاست بن گئی اور آگے چل کر سلطنتِ عثمانیہ کہلائی۔ سلطان محمد ثانی نے مئی ۱۴۵۳ء میں استنبول فتح کیا اور بازنطینی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ ان کے پوتے یاوز سلیم نے ۱۵۱۷ء میں قاہرہ فتح کیا اور خلافت قاہرہ سے استنبول منتقل ہو گئی۔ ۱۵۴۰ء میں سلطان سلیم کے انتقال پر ان کا بیٹا سلیمان تخت نشین ہوا جس نے بہت سی شاندار فتوحات حاصل کیں۔ اور بے شمار اصلاحی قوانین نافذ کئے جن کی وجہ سے وہ تاریخ میں قانونی سلیمان کے نام سے مشہور ہے۔ سلطنتِ عثمانیہ اسی سلطان کے عہد میں اوجِ کمال تک پہنچ گئی تھی اور اسی زمانے سے اس عظیم الشان سلطنت کا شیرازہ بکھرنا شروع ہوا۔ سلطان محمد ثانی (فاتح استنبول) یاوز سلیم اور قانونی سلیمان جیسے مدبّر، شجاع اور قابل حکمرانوں کے بعد ان کے جانشین عیش پسند اور نااہل بن گئے۔ شاہی محلات کا ماحول فتح استنبول کے بعد ایسا ہو گیا تھا کہ اس میں بیگمات کو امورِ سلطنت میں مداخلت کے مواقع میسّر تھے۔ لہٰذا چنانچہ سلطنت کے مختلف حصوں میں حکام کا تقرر بیگمات کے اشارے پر ہوتا تھا۔ رشوت ستانی عام ہو گئی۔ جگہ جگہ بغاوتیں ہونے لگیں۔ حتیٰ کہ فوج بھی بغاوت کرنے لگی اور اپنی مرضی سے سلاطین کو تخت نشین کرانے کے بعد جب فوج کے سردار چاہتے تھے سلطان کو ہلاک کر دیتے تھے۔

سلطان سلیمان نے ۱۵۳۵ء میں حکومت فرانس سے ایک معاہدہ کیا جس کی رُو سے حکومت فرانس کو سلطنتِ عثمانیہ سے تجارت کے لئے بہت سی مراعات دی گئیں، اس کے بعد مختلف اوقات میں دوسرے یورپین ممالک سے بھی معاہدے کئے گئے اور انہیں اسی قسم کی مراعات دی گئیں۔ لیکن جب سترہویں صدی سے سلطنتِ عثمانیہ کمزور ہونے لگی تو یورپین حکومتوں نے انہی مراعات سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور ان کو اپنے حقوق جتا کر سلطنتِ عثمانیہ کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی شروع کر دی جس کا مقصد اپنے تجارتی مفادات کی بہتری اور سلطنتِ عثمانیہ کے غیر مسلم شہریوں کو جاسوسی کے لئے استعمال کرنا اور بغاوت پر آمادہ کرنا تھا۔

۱۵۹۱ء میں آسٹریا اور سلطنتِ عثمانیہ کے درمیان ایک جنگ ہوئی جو پندرہ سال تک جاری رہی۔ ۱۶۰۶ء میں دونوں حکومتوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جس کی رُو سے سلطان اور شاہ آسٹریا کے

مساوی درجے کو قبول کر لیا گیا۔ اس سے قبل آسٹریا کے بادشاہ کا درجہ سلطان عثمانی کے وزیروں کے برابر تسلیم کیا جاتا تھا۔ اور آسٹریا کی حکومت سلطنتِ عثمانیہ کو سالانہ خراج ادا کرتی تھی۔ لیکن اس معاہدے کے بعد آسٹریا کی حکومت نے خراج دینا بند کر دیا۔ یہ سلطنتِ عثمانیہ کے زوال کا پہلا اعتراف تھا جو سرکاری طور پر کیا گیا۔

۱۶۸۳ء میں عثمانی افواج کا دوسرا محاصرہ "وی آنا" ناکام ہو گیا۔ اس موقع پر آسٹریا کی حکومت نے ہالینڈ سے مدد طلب کر لی جو ابھی تک سلطنتِ عثمانیہ کی باجگزار ریاست تھی۔ ترک افواج کی وی آنا سے واپسی پر یورپین اقوام کے حوصلے بلند ہو گئے اور وہ ترکوں کو یورپ سے نکالنے کے منصوبے تیار کرنے لگے۔ آسٹریا۔ ہالینڈ اور وینس کی حکومتوں نے چاروں طرف سے سلطنتِ عثمانیہ پر حملہ کر دیا۔ ترک افواج نے صدر اعظم فاضل مصطفےٰ پاشا کی قیادت میں دشمن کو دریائے ڈینیوب کے پار دھکیل دیا۔ لیکن اسی اثناء میں فاضل مصطفےٰ پاشا میدانِ جنگ میں شہید ہو گئے۔ اس واقعے کے بعد روسی افواج نے ترکوں پر حملہ کیا۔ ان حالات سے مجبور ہو کر سلطنتِ عثمانیہ کو ۱۶۹۹ء میں ایک معاہدے پر دستخط کرنے پڑے جس کا نام CARLOWITZ ہے۔ اس معاہدے کے مطابق سلطنتِ عثمانیہ کے وسیع علاقے آسٹریا، روس، ہالینڈ اور وینس کو دے دیئے گئے۔

۱۷۱۸ء میں PASSAROWITZ کے معاہدے کی شرائط کے تحت ہنگری اور بلغراد بھی سلطنتِ عثمانیہ کے قبضے سے نکل گئے۔ لیکن ۱۷۷۴ء میں کوچک قینارجہ کے معاہدے سے سلطنتِ عثمانیہ کو ناقابلِ تلافی نقصان ہوا کیونکہ اس معاہدے کی رُو سے زارِ روس کو سلطنتِ عثمانیہ کے GREEK ORTHODOX عیسائی شہریوں کا مذہبی پیشوا تسلیم کر لیا گیا اور اس طرح سے روسی حکومت کو سلطنتِ عثمانیہ کے اندرونی معاملات میں دخل دینے کا موقع مل گیا۔ ان شکستوں کا اثر یہ ہوا کہ سلطنتِ عثمانیہ کے حکمرانوں نے مغربی ممالک کی فوجی برتری کو تسلیم کر لیا۔ اور عثمانی حکومت اور افواج کے نظم و نسق کو یورپین اصولوں پر مرتب کرنے کے لئے صلاح مشورے ہونے لگے۔ چنانچہ اس موضوع پر کتنی کتابیں لکھی گئیں۔ حاجی خلیفہ نے اپنے رسالے میں جس کا عنوان "دستور العمل لاصلاح الخلل" ہے اور غالباً ۱۶۵۲ء میں شائع ہوا تھا۔ حکومت کے اداروں کی اصلاح کے لئے کئی مفید تجاویز پیش کیں۔ اسی قسم کا ایک دوسرا رسالہ قوچی بے نے لکھا۔ ابراہیم متفرقہ نے جو ہنگری کا رہنے والا نو مسلم تھا،

سلطان محمود اوّل کو (۱۷۳۰ء تا ۱۷۵۴ء) اپنی تجاویز پر مشتمل ایک عرضداشت پیش کی تھی۔ قوجا سگبان باشی کا ایک رسالہ بھی اس قسم کی تصانیف میں مشہور ہے۔ آخری دور کی کتابوں میں "نصائح الوزراء و الامراء" ہے جو صاری محمد پاشا نے لکھی ہے۔ ۲ے

مندرجہ بالا واقعات سلطنتِ عثمانیہ میں تجدد کی تحریک کا پس منظر ہیں۔ ۱۷۸۹ء میں جب فرانس کا انقلاب رونما ہوا اس وقت سلطان سلیم ثالث فرانس کے بادشاہ سے اصلاحات کے نفاذ کے سلسلے میں خط و کتابت کر رہے تھے۔ انقلاب کے بعد فرانس سے فوجی افسروں اور ماہرین کو استنبول بلایا گیا تاکہ وہ ترکی افواج کے افسروں اور سپاہیوں کی تربیت یوروپین اصولوں کے مطابق کر سکیں۔ سلطان سلیم ثالث نے پہلی بار مؤثر اصلاحات نافذ کیں۔ بحریہ کے افسروں اور سپاہیوں کی تربیت کے لئے بحریہ کی خصوصی درس گاہ قائم کی گئی۔ توپ خانہ کی تربیت کے لئے بھی ایک علیحدہ مرکز بنایا گیا۔ نئے قسم کے اسلحہ یورپ سے درآمد کئے گئے۔ عثمانیہ سلطنت کی تاریخ میں یہ اصلاحات بہت اہم تھیں اس سے قبل بھی بعض اصلاحات کے نفاذ کے لئے کوششیں کی جا چکی تھیں۔ لیکن اتنے وسیع پیمانے پر یوروپین علوم و فنون کو ابھی تک کسی سلطان نے اپنی سرپرستی میں نہ لیا تھا۔ سلطان سلیم ثالث نے یوروپین ممالک سے باقاعدہ سفارتی تعلقات استوار کرنے کی غرض سے لندن، پیرس اور وی آنا میں سفارت خانے بھی قائم کئے۔ اور سفارتی کاموں کی سہولت کے لئے ایک دارالترجمہ بھی قائم کیا۔ لیکن علماء نے اور دیندار مسلمانوں نے سلطان کی ان اصلاحات کی کھل کر مخالفت کی۔ سلطان نے چونکہ اصلاحات کو نافذ کرنے سے پہلے شیخ الاسلام سے فتویٰ حاصل نہیں کیا تھا۔ اس لئے شیخ الاسلام نے "نظام جدید" کے نام سے نافذ کی گئی اصلاحات کے خلاف فتویٰ جاری کر دیا۔ اور ینی چری فوج نے بغاوت کر دی۔ اسی بغاوت میں سلطان سلیم ثالث ۱۸۰۷ء میں شہید ہو گئے۔ اور ان کی جگہ خاندان سلاطین آلِ عثمان کا تنہا وارث سلطان محمود ثانی تخت نشین ہوا۔

سلطان محمود ثانی کی تخت نشینی کے وقت سلطنتِ عثمانیہ نہایت کمزور ہو چکی تھی۔ نپولین بونا پارٹ نے جب مصر پر حملہ کیا تو اس کے مقابلے کے لئے سلطان نے محمد علی پاشا کو مصر روانہ کیا تھا لیکن نپولین کے مصر سے جانے کے بعد محمد علی پاشا ایک آزاد مصری حکومت قائم کرنے کے لئے کوشش کرتا رہا حتیٰ کہ عثمانی حکومت نے اس کو مصر کا والی مقرر کر دیا۔ محمد علی پاشا نے فرانس سے فوجی افسر بلائے اور بنئی فوج اور بحریہ کی تنظیم و تربیت میں اپنی تمام توجہ صرف کر دی۔ نہریں کھدوائیں اور زرعی نظام کی ترقی کے لئے تدابیر

اختیار کیں۔ ۱۸۲۱ء میں یونانیوں نے روس کی مدد سے بغاوت کر دی تو عثمانی حکومت نے والیٔ مصر محمد علی پاشا کو یونانی بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجا جس میں وہ کامیاب رہا۔

سلطان محمود ثانی نے یورپین طرز کی جدید فوج بنانے کے لئے ایک منصوبہ بنایا جس کا مقصد یہ تھا کہ پرانی فوج یعنی ینی چری کو بالکل ختم کر دیا جائے کیونکہ وہ اکثر سلاطین کے خلاف بغاوت کرنے کی عادی ہو چکی تھی۔ ۱۸۲۶ء میں سلطان محمود نے ینی چری فوج کے تمام سپاہیوں اور افسروں کو توپ خانے کی مدد سے ختم کر دیا۔ اور انھوں نے اپنی نئی فوج کا نام "عساکرِ منصورہ" رکھا۔

انگلستان اور فرانس نے یونانیوں کی مدد کے لئے اپنے بحری بیڑے یونان روانہ کر دیئے جہاں وہ عثمانی اور مصری بحری بیڑوں کو جلانے میں کامیاب ہو گئے۔ روسی افواج نے بھی بلقان کی طرف سے حملہ کر دیا۔ اور روسی فوجیں (EDIRNE) ادرنہ یعنی ایڈریانوپل (ADRIANOPLE) تک پہنچ گئیں۔ ۱۸۲۹ء میں معاہدۂ ایڈریانوپل کی رو سے یونان کی آزادی کو تسلیم کر لیا گیا جو اس سے قبل سلطنتِ عثمانیہ کا ایک صوبہ تھا۔

۱۷۷۴ء کے معاہدۂ کوچک قینارجہ کے بعد کا دور یورپین تاریخ میں سلطنتِ عثمانیہ اور یورپین بڑی طاقتوں خصوصاً انگلستان، فرانس اور روس کی باہمی جنگوں اور رقابتوں کا زمانہ ہے۔ یورپین طاقتیں سلطنتِ عثمانیہ کو ختم کرنے اور آپس میں اس کے حصوں کو تقسیم کرنے کے لئے کوشش کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ پہلی جنگِ عظیم تک سلطنتِ عثمانیہ ختم ہو گئی۔ یورپین مورخ اس مسئلے کو "مسئلہ شرقیہ" (EASTERN QUESTION) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

معاہدہ ایڈریانوپل کے بعد محمد علی پاشا نے شام پر حملہ کر دیا۔ سلطان محمود ثانی نے روسی حکومت سے مدد طلب کی اور روسی افواج استنبول پہنچ گئیں۔ انگلستان اور فرانس کی حکومتوں نے سلطان سے کہا کہ روسی افواج کو استنبول سے واپس بھیج دیا جائے۔ چنانچہ ایک معاہدے کے مطابق روسی افواج کو استنبول سے جانا پڑا۔ انگلستان اور فرانس کی مدد سے سلطان محمود ثانی نے محمد علی پاشا کو شکست دی۔ اور عثمانی حکومت نے مصر کو سلطنت سے ملحقہ لیکن خود مختار صوبہ تسلیم کر لیا۔ جس کی حکومت کا حق محمد علی پاشا اور اس کی اولاد کو دے دیا گیا۔ ۱۸۳۹ء میں جب سلطان محمود ثانی اور محمد علی پاشا کے درمیان جنگ ہو رہی تھی۔ سلطان محمود کا انتقال ہو گیا۔

سلطان محمود نے اپنے تیتیس سالہ عہدِ حکومت میں یورپین طرز کی فوج اور بحریہ بنانے کے علاوہ

انتظامیہ اور تعلیمی نظام میں بھی بہت سی اصلاحات نافذ کیں۔ انہی کے عہد حکومت میں ترک طلباء کو یورپین ممالک میں اعلیٰ تعلیم کے لئے بھیجا گیا۔ ترکی اخبارات کی اشاعت بھی اسی دور میں شروع ہوئی۔ سب سے پہلے سرکاری اخبار MONITEUR OTTOMAN ۱۸۳۱ء میں شائع ہوا۔ اس کے چند ماہ بعد اسی اخبار کا ترکی ایڈیشن تقویم وقائع بھی چھپنے لگا۔

محمد علی پاشا نے قاہرہ میں ۱۸۲۸ء میں وقائع مصریہ کے نام سے ایک اخبار کی اشاعت شروع کرادی تھی۔ دوسرا ترکی اخبار ۱۸۴۰ء میں شائع ہونے لگا جس کا نام جریدۂ حوادث تھا۔ ۱۸۳۴ء میں سلطان محمود ثانی نے ڈاک خانہ کا محکمہ قائم کردیا تھا جس کی وجہ سے اخبارات کی تقسیم اور اشاعت میں آسانیاں پیدا ہوگئیں۔ استنبول میں پہلا مطبع اسپین سے ہجرت کرنے والے یہودیوں نے ۱۴۹۳ء میں قائم کیا تھا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد شیخ الاسلام کے فتویٰ کی وجہ سے اس کو بند کردیا گیا، دوسری بار ترکی میں مطبع ۱۷۲۷ء میں قائم کیا گیا۔ ۳۵

سلطان محمود ثانی نے علماء کے اقتدار کو ختم کردیا تھا۔ کیونکہ علماء کی پشت پناہی کرنے والی فوج ینی چری کو بھی سلطان نے ختم کردیا تھا۔ اس طرح سے سلطنتِ عثمانیہ میں تجدد کی تحریک کی کامیابی کے لئے زمین ہموار ہوگئی۔ اور اس تحریک کو چلانے والے حکمران طبقے میں رشید پاشا، عالی پاشا اور فواد پاشا جیسے حکام پیدا ہوگئے جنہوں نے سلطان محمود ثانی کے عہدِ حکومت میں سفارت خانوں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ کر تجربہ حاصل کیا۔ اور مغربی ممالک کے نئے افکار اور مغربی تہذیب و تمدن کی روایتوں سے واقفیت حاصل کی۔

۱۸۳۹ء سے ۱۸۷۶ء تک سلطنتِ عثمانیہ میں مسلسل مغربی اصلاحات نافذ کی گئیں۔ ترکی تاریخ میں اس دور کو تنظیمات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

سلطان عبد المجید نے ۳ نومبر ۱۸۳۹ء کو ایک شاہی فرمان شائع کیا جس کا نام "خطِ گلخانہ" ہے۔ اسی فرمان میں یہ اعلان کیا گیا کہ حکومت رعایا کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کرے گی۔ اور قدیم زمینداری نظام جس کے ذریعے سے بڑے بڑے زمیندار حکومت کو فوجی سپاہی مہیا کرتے تھے ختم کردیا گیا۔ اس کی بجائے فوج میں نئے سپاہیوں کی بھرتی کا اصول تسلیم کرلیا گیا۔ حکومت نے رعایا کو اس فرمان کے ذریعے یقین دلایا کہ تمام مجرموں کے مقدمات کا فیصلہ انصاف سے کیا جائے گا۔ اور ہر مذہب کے پیرو سے مساوات کا سلوک کیا جائے گا۔ اس فرمان کا مقصد یہ تھا کہ یورپین حکومتوں کو اس بات کا یقین دلایا جائے کہ

سلطان کی حکومت آزاد خیال اور تجدد پسند ہے۔ اس کے چند ماہ بعد مارچ ۱۸۴۰ء میں ایک دوسرا شاہی فرمان جاری کیا گیا جس کا نام "خط ہمایون" ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ سلطان محمود ثانی کی قائم کی ہوئی مجلسِ احکامِ عدلیہ کو از سرِ نو منظم کیا جائے۔ انتظامیہ کو فرانسیسی اصولوں پر منظم کیا گیا۔ مئی ۱۸۴۰ء میں ایک نیا قانون جرائم نافذ کیا گیا۔ جو شریعتِ اسلامی کے قوانین کے مطابق ہوتے ہوئے فرانسیسی قوانین سے متاثر تھا۔ فرانسیسی قوانین کے طرز پر تجارتی قوانین کا ایک نیا ضابطہ بھی تیار کیا گیا۔ علماء نے سلطان کی ان اصلاحات کی سخت مخالفت کی تو انھوں نے وزیرِ خارجہ مصطفیٰ رشید پاشا کو برطرف کر دیا۔ اور ۱۸۴۶ء میں رشید پاشا کو وزیرِ اعظم مقرر کیا۔ مغربی طرز کے نئے اسکول قائم کرنے کے علاوہ سلطان کی حکومت نے ایک جدید یونیورسٹی قائم کرنے کا منصوبہ تیار کیا لیکن اس پر عمل نہ ہو سکا۔ تعلیمی منصوبوں کی تیاری کے لئے ایک وزارتِ تعلیم بھی بنائی گئی۔ ۱۸۴۷ء میں مخلوط دیوانی اور فوجداری عدالتیں قائم کی گئیں جن میں عثمانی اور یورپین حاکموں کی تعداد برابر تھی۔ ۱۸۵۹ء میں دوبارہ علماء کی مخالفت کی وجہ سے مصطفیٰ رشید پاشا کی وزارت ٹوٹ گئی۔ ۱۸۵۴ء میں مجلسِ عدلیہ کو دو اداروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک مجلس عدلیہ جس کا کام صرف قانونی معاملات انجام دینا تھا۔ دوسری مجلسِ تنظیمات جس کا کام تمام اصلاحات کو نافذ کرنے کے لئے تدابیر اختیار کرنا تھا۔

۷ مئی ۱۸۵۵ء کو ایک اور شاہی فرمان کے ذریعے جزیہ ختم کر دیا گیا جو غیر مسلم رعایا کی حفاظت کے لئے وصول کیا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی غیر مسلم رعایا کو فوجی خدمت سے مستثنیٰ کرنے کے لئے جو بدل ٹیکس لیا جاتا تھا وہ بھی معاف کر دیا گیا۔ ان تمام اصلاحات کے باوجود یورپین حکومتیں عثمانیہ سلطنت میں ترقی کی رفتار سے مطمئن نہ تھیں اور ان کا خیال تھا کہ اصلاحات صرف نمائش کے لئے ہیں۔ کریمیا کی جنگ کے بعد جو انگلستان اور فرانس کے ایما پر روس کا اثر کم کرنے کے لئے لڑی گئی تھی انگلستان اور فرانس کی حکومتوں نے دوبارہ سلطان کی حکومت پر دباؤ ڈالا کہ اصلاحات پر حسبِ وعدہ عمل کیا جائے چنانچہ ۱۸ مئی ۱۸۵۶ء کو خط ہمایون کے نام سے ایک اور شاہی فرمان جاری کیا گیا جس کے ذریعے عثمانی عدالتوں میں مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کے شہادت دینے کے حق کو تسلیم کر لیا گیا۔ اس فرمان سے سلطان کی مسلم رعایا میں شدید ردِ عمل ہوا اور انتہائی رنج اور غصے کا اظہار کیا گیا۔ لیکن ترکی حکمرانوں نے اس ردِ عمل کی کوئی پروا نہ کی اور وہ سلطنتِ عثمانیہ کو دول یورپ میں شامل کرنے کے لئے اصلاحات کے نام سے مغربی قوانین رائج کرتے رہے۔ اور مغربی تہذیب کو اپنانے کے لئے تدابیر اختیار کرتے رہے۔

جون ۱۸۶۱ء میں سلطان عبدالمجید نے وفات پائی اور ان کا بھائی سلطان عبدالعزیز تخت نشین ہوا، جو مغربی اصلاحات کا مخالف تھا۔ لیکن یورپین طاقتوں کے دباؤ کی وجہ سے اسے بھی حکومت کی اصلاح کے لئے تدابیر اختیار کرنی پڑیں۔ سلطان عبدالعزیز نے جودت پاشا کو جو ایک اچھے عالم اور مؤرخ تھے وزیرِ قانون مقرر کیا اور جودت پاشا کی صدارت میں حنفی قوانین معاملات کا وہ ضابطہ تیار کرایا جو "مجلۂ احکامِ عدلیہ" کے نام سے مشہور ہے۔

مصطفےٰ کمال نے ۱۹۲۶ء میں یورپین قوانین نافذ کر کے مجلۂ احکام عدلیہ کو منسوخ کر دیا۔ سلطان عبدالعزیز حنفی قوانین کی تدوین سے مغربی قوانین کے اثرات کو روکنا چاہتے تھے۔ لیکن مغربی قوانین اور افکار اثر اب بہت آگے بڑھ چکا تھا۔ ۱۸۶۸ء میں استنبول میں غلاطہ سرائے ثانوی اسکول کھولا گیا۔ جہاں مسلم اور غیر مسلم طلباء یورپین تعلیم حاصل کرنے لگے۔

سلطان عبدالعزیز کے اسراف کی وجہ سے عثمانی حکومت بے حد مقروض ہو گئی اور یورپین حکومتیں سلطان کی حکومت کے اُمور میں دخل اندازی کرنے کی دھمکیاں دینے لگیں۔ انہی دنوں سلطان کے اختیارات کو کم کرنے اور حکومت کی اصلاح کی غرض سے بعض ترک تعلیم یافتہ نوجوانوں نے ایک خفیہ تنظیم بنائی جس کے بانیوں میں نامق کمال، ضیاء پاشا اور مصطفےٰ فاضل پاشا جیسے ممتاز ادیب اور اہلِ علم شامل تھے۔ کچھ عرصے کے بعد اس تنظیم کا نام YOUNG OTTOMANS رکھا گیا۔ ترکی زبان میں اس کا نام GENÇ OSMANLILAR ہے۔

یہ ایک انقلابی تحریک تھی جو چند سال کے بعد ہی ختم ہو گئی۔

انیسویں صدی عیسوی کے وسط تک سلطنت عثمانیہ میں مغربی تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ایک نئی نسل تیار ہو چکی تھی جو دستوری حکومت قائم کرنے اور سلطان کے اختیارات کو کم کرنے کے لئے جدوجہد میں مصروف تھی۔ نامق کمال، ضیا پاشا اور ابراہیم شناسی نے اخبارات اور کتابوں کے ذریعے نوجوان طبقے کو یورپ کی نئی فکری اور سیاسی تحریکوں سے روشناس کرایا۔ نامق کمال پہلا ترک ادیب اور شاعر ہے جس نے انیسویں صدی کے آخری دور میں جذبۂ قومیت اور وطنیت کو اُبھارا۔ اس دور کے ترک مفکرین نے سلطنتِ عثمانیہ کو تباہی سے بچانے کے لئے مختلف تجاویز اپنی تحریروں میں پیش کیں، لیکن ان کی کوئی تجویز کامیاب نہ ہو سکی۔ انہی مفکرین میں مدحت آفندی بھی تھے جو آگے چل کر

سلطان عبدالحمید کے وزیرِ اعظم مقرر ہوئے اور جنہوں نے سلطنت عثمانیہ کا پہلا دستور نافذ کیا۔

مئی ۱۸۷۶ء میں سلطان عبدالعزیز نے خودکشی کر لی اور ان کی جگہ مراد خامس تخت نشین ہوا لیکن چند ماہ کے بعد اس کو دماغی خلل کی بنا پر معزول کر دیا گیا۔ اور سلطان عبدالحمید ثانی نے عنانِ حکومت سنبھال لی۔ اور ۲۳ دسمبر ۱۸۷۶ء کو انھوں نے وزیرِ اعظم مدحت پاشا کا بنایا ہوا دستور نافذ کر دیا جو انھوں نے بلجیم کے دستور سے اخذ کیا تھا۔ عثمانی پارلیمنٹ جس کے ۸۰ مسلم اور ۵۰ غیر مسلم اراکین تھے صرف دو اجلاس کے بعد جو علی الترتیب ساڑھے تین ماہ اور اڑھائی ماہ تک جاری رہے برخاست کر دی گئی۔ کیونکہ اراکین نے سلطان کے اختیارات کو محدود کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے بعد تقریباً ۳۱ برس تک سلطان عبدالحمید ثانی حکومت کرتے رہے۔ سلطان نے اپنے مخالفین اور تجدد پسندوں کو سختی سے دبایا اور YOUNG TURK تنظیم کے اکثر و بیشتر اراکین کو جلاوطن کر دیا۔ لندن اور پیرس سے اس تحریک کے اخبارات اور رسائل شائع ہوتے رہے۔ مدحت پاشا کو سلطان نے حجاز میں قید کر دیا جہاں طائف میں ان کو نامعلوم اشخاص نے ہلاک کر دیا۔ ترک مؤرخین کا خیال ہے کہ سلطان عبدالحمید نے ہی مدحت پاشا کو قتل کروایا تھا۔ نامق کمال کو بھی اپنی زندگی کے آخری ایام عزلت میں بسر کرنے پڑے۔

جولائی ۱۹۰۸ء میں YOUNG TURKS تنظیم کے اراکین نے جن میں زیادہ تر مغربی تعلیم یافتہ اور دہریت کی طرف مائل نوجوان تھے فوجی افسروں کے ساتھ مل کر ایک انقلاب برپا کیا جس نے سلطان عبدالحمید ثانی کو ۱۸۷۶ء کا دستور دوبارہ نافذ کرنے پر مجبور کیا۔ ترکی تاریخ میں اس واقعہ کو اعلانِ مشروطیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا واقعات کے تجزیئے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت عثمانیہ میں تجدد کی تاریخ مسلمانوں کے زوال اور انحطاط کے دور سے وابستہ ہے جس میں مغربی تعلیم یافتہ اور حکمران طبقے نے نہ صرف مغربی اقوام کے قوانین اور نظم و نسق کے اصولوں کو اپنایا بلکہ مغربی تہذیب کی نقالی کی اور اسی کو اپنی معراج سمجھتے رہے۔ علماء اور عوام الناس کا اُس تحریک میں کوئی حصہ نہیں تھا۔ بلکہ وہ ہمیشہ مغرب کی کورانہ تقلید کے سخت مخالف رہے۔ مسلم معاشرہ تجدد پسند اور دیندار لوگوں میں تقسیم ہو گیا۔ دینی تعلیم اور دنیوی تعلیم کی درسگاہیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئیں۔ تجدد پسندوں نے براہِ راست کبھی دین کی مخالفت نہیں کی بلکہ وہ آڑے وقت میں ہمیشہ دین کا سہارا لیتے رہے۔ مگر

یہ دور سلطان عبدالحمید ثانی کے عہدِ حکومت کے اختتام پر ہی ختم ہوگیا۔ اس کے بعد ایک نیا دور شروع ہوا جس میں دین کے دشمن حکومت، سیاست اور تعلیم پر مسلط ہو گئے اور دین کو مسلمانوں کی پستی کا سبب بتانے لگے۔ اس سے قبل تجدد پسند علمائے سوء کی مذمت کرتے تھے۔ اور انہی کو مسلم معاشرے کی خرابیوں کا ذمہ دار ٹھہراتے تھے۔ ہندوستان، مصر اور عرب ممالک میں بھی جدید تعلیم کے اثرات سے علماء اور دیندار مسلمانوں کا طبقہ تجدد پسندوں سے علیحدہ ہوگیا۔ سلطنتِ عثمانیہ میں ۱۹۰۸ء کے YOUNG TURK انقلاب کے بعد کوئی دینی تحریک نہ ابھر سکی۔ البتہ برصغیر ہند و پاکستان میں اور دوسرے مسلم ممالک میں مغربی تہذیب کے اثرات کے باوجود دینی تحریکیں چلتی رہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱- MOURADGEA d'OHSSON پہلا یورپین مصنف ہے جس نے سلطنتِ عثمانیہ کی مفصل تاریخ سات جلدوں میں فرانسیسی زبان میں لکھی ہے۔ اس کتاب میں اس نے سلاطینِ عثمانی کے محلات میں بیگمات کے اقتدار اور سازشوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ (MOURADGEA d'OHSSON, TABLEAN GENERAL DE-L'EMPIRE OTTOMAN, 7 VOLS, PARIS, 1788-1824) — HAROLD BOWEN اور H.A.R. GIBB نے اپنی کتاب ISLAMIC SOCIETY AND THE WEST جلد اوّل، حصہ اوّل، مطبوعہ لندن میں ص ۷۳ سے ص ۷۵ تک انہی واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔

۲- اس کتاب کا ترکی متن انگریزی ترجمے کے ساتھ پرنسٹن یونیورسٹی سے ۱۹۳۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔ WALTER LIVINGSTON WRIGHT, OTTOMAN STATECRAFT, PRINCETON, 1935,

۳- استنبول میں پہلا مطبع اسپین سے آنے والے یہودیوں نے ۱۴۹۳ء میں قائم کیا تھا جس کو کچھ عرصے کے بعد شیخ الاسلام کے فتویٰ کے تحت بند کر دیا گیا تھا۔ یہودیوں نے اس کے علاوہ بھی سالونیکا میں مطابع قائم کئے تھے۔ شیخ الاسلام کا فتویٰ صرف ترکی کتابوں کی طباعت کے لئے تھا۔ یہودی دوسری زبانوں میں کتابوں کی طباعت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سعید چلیبی اور وزیر اعظم داماد ابراہیم پاشا کی کوششوں سے ۱۷۲۷ء میں شیخ الاسلام نے ترکی مطبع کے قیام کے حق میں فتویٰ دے دیا۔ اس پہلے ترکی مطبع کا بانی اور منتظم ابراہیم متفرقہ تھا جو ہنگری کا رہنے والا تھا اور مسلمان ہو گیا تھا۔

۴- جودت پاشا نے مئی ۱۸۵۶ء کے خط ہمایون کے متعلق کہا تھا کہ "یہ مسلمانوں کے لئے سوگ منانے کا دن ہے۔ کیونکہ آج ہم ان حقوق سے محروم کر دیئے گئے ہیں جن کو ہمارے آباء واجداد نے اپنے خون سے حاصل کیا تھا۔"